آپ رمضان کیسے گزاریں
اور
رمضان کے بعد

تالیف

مفکرِ اسلام
حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ایچ ۔ یم ، حسین ٹرسٹ
H. M. Husain Trust
Email: hmhamuwash@yahoo.com
Cell: +91 7095168679

طبع اول

رجب المرجب ۱۴۳۸ھ   اپریل ۲۰۱۷ء

نام کتاب: .... آپ رمضان کیسے گزاریں اور رمضان کے بعد

تالیف:........................ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

تعداد اشاعت:.............. تین ہزار

کمپوزنگ:.................. عاقب حامد، لکھنؤ

صفحات:................. ۲۴

قیمت:............... ہدیہ منجانب ایچ یم حسین ٹرسٹ

باہتمام:

انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی

انتساب:

حکیم مولانا سید عبدالعلی حسنی اور اہلیہ رحمہم اللہ علیہما

(برادر معظم اور اہلیہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندو رحمۃ اللہ علیہ)

ملنے کے پتے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ- 0522- 2741539

دار عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی- 09807240512

ناشر

ایچ- یم، حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

Email: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91 7095168679

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ! اما بعد

الحمدللہ رمضان المبارک تشریف لا رہے ہیں اور اس کی تیاریاں کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد عید الفطر بھی عنایت ہوگی اور پھر ایک سال کے لئے رمضان المبارک کی کمائی کام آئے گی۔

اس موضوع پر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریریں کیں اور تحریریں بھی عطا فرمائی۔ ان میں سے دو نصیحتیں آپ کے پیش خدمت ہے۔

آپ رمضان کیسے گذاریں

اور

رمضان کے بعد

پروردگار عالم سے التجا ہے کہ ہم سب کو ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم اس مبارک مہینہ میں اپنے تمام گناہوں سے مغفرت طلب کریں اور اپنی

زندگی قرآن اور سنت میں ڈھال لیں۔آمین

ہم تمام حضرات اور خواتین کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اس کتابچہ کی نشریات میں نصرت فرمائی اور اللہ تعالی سے درخواست ہے کہ ہم سب کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔آمین

طالب دعا

انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی

ناظم ایچ۔ یم۔ حسین ٹرسٹ

رمضان کیسے گزاریں؟

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ، صحابہ کرامؓ منبر سے قریب ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین!، جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین! جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین، جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انھوں نے فرمایا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا: آمین!، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا کہ: ہلاک ہو جائے وہ شخص آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین!، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ داخل ہو جائے۔ میں نے کہا: آمین۔(۱)

---

(۱)رواہ الحاکم والطبراني والترمذي، فضائل رمضان از حضرت شیخ الحدیثؒ، ص:۱۶

رمضان مغفرت کا مہینہ ہے

رمضان ایسا زریں موقع ہے کہ اس میں کوشش کرے تو ایک رمضان سارے گناہ بخشوانے کے لیے کافی ہے۔ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور یہ یقین کر کے رکھے، کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں، اور وہ تمام اعمال حسنہ بہتر بدلہ عطا فرمائے گا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَاِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَ مَا تَأَخَّرَ (١)

یعنی شخص رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھے، اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ ایمان واحتساب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں پر یقین کامل ہو، اور ہر عمل پر ثواب کی نیت کرے، اور اخلاص وللّٰہیت اور رضائے الٰہی کا حصول پیش نظر ہو، اور ہر عمل کے وقت مرضی الٰہی کو دیکھے۔ ایمان واحتساب ہی ہے جو انسان کے عمل کو فرش سے عرش پر پہنچا دیتا ہے۔ اصلاً اسی کا فقدان ہے، مسلمانوں کا اصل مرض بدنیتی نہیں بلکہ بے نیتی ہے، یعنی سرے سے وہ نیت ہی نہیں کرتے، ہم وضو کرتے ہیں مگر اس میں نیت نہیں کرتے، ہم دوسرے ارکانِ دین ادا کرتے ہیں مگر ایمان واحتساب ہمارے پیش نظر نہیں رہتا، جب بہت سے لوگ کسی کام کو کرتے ہیں تو وہ رسم بن جاتی ہے، روزہ کا ایک عام ماحول ہوتا ہے، ایسے میں کوئی اس اندیشہ سے روزہ رکھے کہ ہم روزہ نہ رکھیں گے تو چھپ کر کھانے پینے سے کیا فائدہ؟ یہ خیال آیا تو روزہ کی روح نکل گئی۔ بیماریوں میں بھی اکثر بھوکا رہنا پڑتا ہے، سفروں میں بھی اکثر کھانا نہیں ملتا، اسے لئے روزہ کی خصوصیت صرف بھوکا رہنا نہیں ہے، روزہ کی حقیقت ہے اللہ کے حکم کی تعمیل، جو چیزیں چھوڑنے کو کہی گئی ہیں ان

---

(١) الموطا برواية محمد بن الحسن هشيباني، رواه السيوطي في تنوير الحوالك

کو چھوڑ دینا، پہلے ہم یہ کیفیت پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ برحق ہے، ثواب کی لو لگی ہو، اور دل کو تسلی ہو، کہ ثواب مل رہا ہے، اسی میں لطف آئے۔

اعمال کی مقبولیت کی علامات وآثار

کسی عبادت کی خصوصیت اور اس کی مقبولیت کی دلیل یہ ہے، کہ اس کو ادائیگی سے دل کے اندر رقت، نرمی، تواضع اور انکساری کا جذبہ پیدا ہو، لیکن جب اس کے برعکس کبر وغرور، اور عجب پیدا ہو، تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری عبادت مقبول نہیں ہوئی، اس میں کمی رہ گئی ہے، اس لیے ان چیزوں کو دور کرنے کے لیے ایمان واحتساب کو پیش نظر رکھنا اور اس کا استحضار رہنا ضروری ہے، بے سوچے سمجھے، بغیر نیت کے روزہ رکھ لینا، کوئی اور عبادت ادا کرنا بے معنی ہے۔ ایک صاحب فرمانے لگے: ''میں اس لیے روزہ رکھتا ہوں کہ جو مزہ افطار کے وقت آتا ہے، وہ دنیا کی کسی نعمت میں نہیں''، حالانکہ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی نہیں تھا، ہمیں چاہیے کہ ہم دن میں کئی بار نیت کو تازہ کر لیا کریں، ہر وقت استحضار رکھیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ابن آدم کے ہر عمل پر اس کو دس سے سات سو گنا تک ثواب ملے گا، اللہ نے فرمایا: سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اَلصَّوْمُ لِي وَاَنَا اَجْزِيْ بِهِ (۱) یہ بندہ تمام محبوب چیزیں میرے لیے چھوڑتا ہے، اس لیے میں خود ہی بدلہ دوں گا۔

اعمال طاقت پیدا کرتے ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ دین کے جتنے ارکان ہیں وہ طاقت پیدا کرتے ہیں، یعنی

---

(۱) رواہ مسلم، حدیث رقم ۲۷۰۷

ایک عبادت دوسری عبادت کے لیے معاون ثابت ہوتی ہے، اوراس کے لیے تقویت کا باعث بنتی ہے، جس طرح سے ایک غذا دوسری غذا کے لیے معاون ثابت ہوتی ہے، اسی طرح ایک فرض کی ادائیگی دوسرے فرائض کی ادائیگی میں معاون ثابت ہوتی ہے اوراس کوطاقت فراہم کرتی ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر رکن الگ الگ ہے۔ ہرایک کی فرضیت اوراس کی اہمیت تو بہرحال اپنی جگہ ہے، مگر ایک دوسرے سے الگ نہیں: بلکہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے ہے، اسی طرح سے روزہ سال کے پورے گیارہ مہینے کی عبادت کی لیے طاقت پیدا کرتا ہے، روزہ کی وجہ سے دوسرے عبادات کی ادائیگی میں ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے اورتوانائی ملتی ہے۔

روزے کا مقصد نفس پر قابو پانا ہے

تیسری بات یہ ہے کہ روزہ کا مقصد یہ ہے کہ نفس پر قابو پایا جائے اور روزہ کی وجہ سے نفس پر قابو پانا آسان ہوجائے، دین کا ذوق وشوق پیدا ہو، عبادات کی ادائیگی میں شوق ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرہ۔۱۸۳)

یعنی ہر کام کے کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی مرضی کا خیال رکھا جائے، تقویٰ کا ترجمہ بعض لوگوں نے "لحاظ" سے کیا ہے، یعنی ہر کام کے کرتے وقت اس کا لحاظ رکھا جائے، یہ کام اللہ کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں، حلال وحرام کی تمیز ہوجائے۔ اس طرح سے مشق ہوجائے کہ فطرت بن جائے، جس طرح سے آپ عید کے دن کھانے پینے میں جھجک محسوس کرتے ہیں، کیوں کہ ایک مہینے سے دن میں کھانے پینے کی

عادت چھوٹ گئی تھی، اس وجہ سے آپ کو کھانا پینا خلافِ عادت معلوم ہوتا ہے، حالانکہ یہ عارضی چیز تھی، اسی طرح سے گناہوں سے اجتناب، معاصی سے پرہیز، غیبت و بدگوئی، غصہ و بغض سے پرہیز اس طرح ہو کہ آپ کی فطرت بن جائے، جو چیزیں دائمی طور پر حرام ہیں، ان کو کرنے میں تو اور بھی زیادہ آپ کو چوکنا رہنا چاہیے۔ روزہ سے زندگی میں تبدیلی ہونی چاہیے۔ آپ روزہ رکھیں لیکن گالی دینا، غیبت کرنا، بدگوئی وغصہ و بغض کرنا نہ چھوڑیں، تو روزہ سے کوئی فائدہ نہیں۔

اصل بات تو یہ ہے کہ روزہ آپ کی زندگی کے اندر واضح تبدیلی کردے۔ روزہ میں آپ نے معاصی سے اجتناب کیا ہے، تو اس پر قائم رہیے، اور ان معاصی کا ارتکاب نہ کیجیے، جن کو آپ نے روزہ کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا، اگر روزہ کے ختم ہوتے ہی تمام معاصی میں پھر مبتلا ہو گئے، تو اس سے یہی بات سمجھ میں آئے گی کہ اس نے روزہ تو رکھا مگر روزہ مقبول نہیں ہوا، حج تو کیا مگر حج قبول نہیں ہوا، آپ اس طرح سے روزہ رکھیے کہ کوئی غیر مسلم بھی دیکھے، تو سمجھے کہ یہ واقعی روزہ رکھتے ہیں اور یہ رمضان کے دن ہیں، پورے احترام کو ملحوظ رکھا جائے، اور تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے اور اس سے کوئی الجھنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں"، نفس کی تمام کمزوریوں کو دور کرے، غصہ کم کردے، بغض و حسد کو دور کردے۔ روزہ اس طرح سے نہ رکھے کہ غصہ میں بھرا ہوا بیٹھا رہے اور لوگ اس سے محض اس وجہ سے گفتگو کرتے ہوئے خوف محسوس کریں کہ بھائی! ان سے گفتگو نہ کرو، ورنہ یہ بگڑ جائیں گے۔ کھانے میں ذرہ برابر نمک کی کمی ہو، تو غصہ کی انتہا کردے، ان تمام معاصی سے پرہیز کرے۔ اگر روزہ کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا، تو اس کا اثر پورے گیارہ

مہینوں پر پڑے گا، اور اس کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی ہوگی۔

روزے کا منشا

چوتھی بات یہ ہے کہ روزہ جن چیزوں سے معمور کیا گیا ہے، اس لحاظ رکھیں، روزہ کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ نہ تلاوت کیا، نہ صدقہ، نہ خیرات کی، نہ تراویح پڑھی، صرف روزہ رکھ لیا، اس سے کوئی فائدہ نہیں توبہ واستغفار کا اہتمام ہو، دعا کی طرف زیادہ توجہ ہو، آخر شب میں اہتمام سے اٹھیں کیوں کہ اس کی زیادہ اہمیت ہے، اللہ تعالیٰ اس وقت پکارتا ہے کہ ہے کوئی میرا دوست! جو مجھے پکارے اور میں اس کو سنوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

خیرات وصدقہ کا مہینہ

اس مہینے میں خیرات وصدقات بھی زیادہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ مبارک کو شَهْرُ الْبِرِّ وَالْمُوَاسَاةِ (۱) فرمایا ہے یعنی نیکی اور غمخواری کا مہینہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف زیادہ توجہ ہو، اور صدقات و خیرات میں زیادہ حصہ لے، لوگوں کے حالات کا سراغ لگا کر پتہ چلائے، ان کے یہاں تحائف اور ہدایہ بھیجے۔ اللہ کے کتنے بندے ایسے ہیں، جن کو صرف روزہ افطار کرنے کے لیے مسجد میں مل جاتا ہے، پھر وہ بھوکے رہتے ہیں۔ اس لیے ایسے ضرورت مند لوگوں کا پتہ لگا کر ان کی مدد کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بڑا ہی اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے متعلق آتا ہے، أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا، یعنی

---

(۱) دیکھئے شعب الایمان للبیهقي، ص: ۳/۳۰۵، حدیث نمبر ۳۶۰۸

لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ دوسرے موقع پر آتا ہے۔ فَلَهُوَ أَجُوَدَ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ، یعنی طوفان کی طرح سخاوت کرتے تھے، اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، اور دل کھول کر غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتے تھے۔

توبہ واستغفار کا مہینہ

انسان کو سمجھنا چاہیے کہ ہماری عبادت کیا، ہم تو اللہ تعالیٰ کے لائق کچھ بھی عبادت نہیں کر سکتے، ہم توبہ استغفار بھی اچھی طرح نہیں کر سکتے، اس لیے ہمیں بھوکوں، لاچاروں اور مسکینوں ہی کی مدد کرنی چاہیے، تا کہ ممکن ہے اللہ کے کسی بندے کا دل خوش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمالے اور ہمارا مقصد پورا ہو جائے۔ ہماری عبادت، ہماری تلاوت، ہماری نماز تو لائق قبولیت نہیں لیکن اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے سے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمائے اس مہینے میں ہمیں پوری طرح خیرات وصدقات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اور ہم کمر کس لیں کہ اس مہینے سے پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ ''يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ! أَقْبِلَ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَدْبِرَ'' یعنی اے خیر کے طلب کرنے والے! آگے بڑھ اور اے برائی کے طلب کرنے والے! پیچھے ہو، دوسری جگہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے پوچھے گا کہ ''اے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی، میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا'' بندہ جواباً عرض کرے گا کہ اے خداوند قدوس! تو کیسے بیمار ہو سکتا ہے؟ تو کیسے بھوکا رہ سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ''میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا۔ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو تو مجھے وہاں موجود پاتا۔ (أَوْ كَمَا قَالَ)

ہمدردی وغمگساری، ایثار وخیر خواہی کا مہینہ

اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو محتاج و بیوائیں ہیں، جو فقراء و مساکین ہیں، ان کی مدد کی جائے، غریبوں کی جو لڑکیاں ہیں، ان کی شادی کرادی جائے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سے محاسبہ کرے گا، اور سخت باز پرس کرے گا۔ یہ ہمارا مال نہیں جسے ہم خرچ کرتے ہیں، بلکہ یہ اللہ کی امانت ہے، ہم اگر اس کو تقریبات میں خرچ کرتے ہیں تو غلط کرتے ہیں، اگر اس کو بے محل صرف کرتے ہیں تو ناجائز کرتے ہیں۔ ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم اس کو صرف کریں، ہمیں اس کی فکر ہونی چاہیے کہ کتنی بیوائیں اور یتیم ہیں، کتنے محتاج و مساکین ہیں جنہیں ضرورت ہے؟ ہمیں ان تمام جگہوں پر صرف کرنا چاہیے جہاں دوسروں کی مدد ہو سکے، اور اللہ تعالیٰ راضی ہو۔(۱)

---

(۱) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی ایک تقریر جو ہفت روزہ ''ندائے ملت'' لکھنؤ (شمارہ ۱۵/جنوری ۱۹۶۵ء) میں شائع ہوئی۔

رمضان کے بعد

رمضان ایک دور کا خاتمہ نہیں بلکہ ایک دور کا آغاز ہے

رمضان المبارک کا مہینہ گزر گیا۔ اس کے گزرنے سے بہت سے لوگوں پر ایک مایوسانہ کیفیت طاری ہوئی، جیسے کوئی عزیز مہمان رخصت ہو جائے اور بہت دنوں میں اس کے آنے کی امید ہو۔ بہت سے لوگوں پر ایک اطمینانی کیفیت طاری ہوئی، جیسے ان کا کام ختم ہو گیا، اور اب ان پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ دونوں کیفیتیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا اور رمضان المبارک کی روح اور پیام کے منافی ہیں۔ رمضان اگر رخصت ہوا، تو ایمان اور اس کے تقاضے، شریعت اور اس کے احکام، اللہ تعالیٰ اور اس سے تعلق بہر حال باقی ہے۔

رمضان درحقیقت ایک دور کا خاتمہ نہیں بلکہ ایک دور کا آغاز ہے۔ رمضان انتہا نہیں ابتدا ہے۔ رمضان سب کچھ لے کر اور سب نعمتیں تہہ کر کے اور لپیٹ کر نہیں جاتا ہے، وہ بہت کچھ دے کر، جھولیاں بھر کر اور نعمتیں لٹا کر جاتا ہے، رمضان کے بعد آدمی گناہوں سے ضرور ہلکا ہوتا ہے، لیکن ذمہ داریوں سے بوجھل اور گرانبار ہو جاتا ہے۔ اس سب کے باوجود بہت سے بھائی دل میں کہتے ہوں گے کہ رمضان گیا، اب کیا کریں؟ اس مختصر مضمون میں اسی سوال کا جواب مقصود ہے، یہاں ان باتوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو رمضان کے بعد اور ہمیشہ کرنے کی ہیں۔

توبہ واستغفار

(۱) توبہ:- سب سے مقدم اور اہم کام یہ ہے جس کے لیے کسی زمانہ اور مقام کی قید نہیں، مگر رمضان المبارک اس کی تحریک اور تقاضا پیدا کرتا ہے، اور اس کو آسان بنا دیتا ہے، یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے ٹوٹا ہوا رشتہ یا چھوٹا ہوا رشتہ جوڑیں۔ توبہ کی قرآن وحدیث میں اس قدر ترغیب وتاکید ہے اور اس قدر اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو ایمان کے بعد سب سے اہم چیز معلوم ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں ہے: وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور:۳۱)۔ ''تم اے ایمان والو! اللہ کی طرف رجوع اور توبہ کرو تا کہ کامیاب ہو۔''

دوسرے جگہ ہے: تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً النَّصُوْحاً ''اللہ سے سچی اور مخلصانہ توبہ کرو۔'' کہیں کہیں مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے بڑی بڑی عبادتوں اور فضیلتوں سے پہلے توبہ کا ذکر کیا گیا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ہ (التوبہ:۱۱۲)

''وہ توبہ کرنے والے ہیں، بندگی کرنے والے، شکر کرنے والے، بے تعلق رہنے والے، سجدہ کرنے والے، حکم کرنے والے نیک بات کا، اور منع کرنے والے بری بات سے، اور حفاظت کرنے والے ان حدود کی جو باندھے اللہ نے، اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو۔''

حدیث شریف میں آتا ہے:

"کُلُّکُمْ خَطَّاؤُوْنَ وَخَیْرُ الْخَاطِئِیْنَ التَّوَّابُوْنَ"

تم سب اے انسانو! خطا کار ہواور گناہ گار ہو، اور خطا کاروں اور گنہگاروں میں سب سے بہتر کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔

دوسری حدیث میں:

"اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ" (۱)

"گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے کی توبہ سے ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے کہ ایک قصہ ہے کہ ایک شخص اپنا سارا سامان واسباب خوراک ایک اونٹ پر باندھ کر کے ایک ریگستان کا سفر کر رہا تھا، اس کا اونٹ کھو گیا، وہ شخص اپنی زندگی سے مایوس ہو کر مرنے کے لیے تیار ہو کر سو گیا، جب اس کی آنکھ کھلی تو اچانک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹ سامان سے لدا سرہانے کھڑا ہے۔ وہ خوشی میں ایسا مست ہو گیا کہ اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے اور کہنے لگا کہ: "اللہ! میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ، تیرا بڑا شکر ہے"۔ واقعہ بھی یہ ہے کہ توبہ کرنے والا انسان اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہے، جب بھی وہ واپس آجائے، آقا کو خوشی ہونی چاہیے، یہ خوشی اس کی ربوبیت، کرم اور محبت کا ایسا ہی تقاضا ہے جیسا اونٹ کے مل جانے پر انسان کی خوشی، اس کے بشریت اور احتیاج کا تقاضا ہے۔

توبہ ایک مستقل عبادت ہے

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ صرف ضرورت ہی کی چیز اور مجبوری کا معاملہ نہیں ہے، کہ جب آدمی کسی معصیت میں مبتلا ہو جائے تو توبہ

(۱) رواہ ابن ماجہ ،حدیث نمبر ٤٢٥٠

کرے، یہ تو فرض واجب ہے اور اس کے بغیر تو صاحب ایمان کو چین ہونی نہیں چاہیے، بلکہ توبہ ایک مستقل عبادت ہے۔ قربت اور محبوبیت کا ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعہ سے جو ترقی ہوتی ہے، اس کو کوئی عبادت نہیں پہنچ سکتی۔ اس لیے ابرار وصالحین اور مقربین کو بھی اس کی ضرورت ہے۔ وہ جب کسی توبہ کرنے والے پر رحمت الٰہی کی بارش اور اس ذات عالی کی نوازش دیکھتے ہیں تو ان کو بڑی بڑی عبادتیں ہیچ اور حقیر معلوم ہونے لگتی ہیں، اور وہ اس وقت اس گروہ میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں جو رحمت الٰہی کا مورد ہوتا ہے۔

سب سے اعلیٰ اور افضل کام

بہر حال رمضان کے بعد سب سے مقدم اور اہم اور سب سے اعلیٰ و افضل کام یہ ہے کہ ہم اپنے سارے گناہوں سے توبہ کریں اور وقتاً فوقتاً توبہ کرتے رہیں، آنحضرت ﷺ ایک ایک مجلس میں ستر ستر اور بعض اوقات سوسو مرتبہ استغفار کرتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے تھے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورہ الفتح:۲)

قارئین عزیز اس کا خاص اہتمام رکھیں اور توبہ واستغفار کی دولت حاصل کرتے رہیں، حدیث میں آتا ہے کہ وہ شخص بڑا خوش قسمت ہوگا جو حشر کے دن اپنے نامۂ اعمال میں استغفار کی کثرت پائے گا۔

ایمان کی تجدید

(۲) ایمان کی تجدید:۔ بہت سے بھائی سمجھتے ہیں کہ ایمان ایک مرتبہ میں لے آنا کافی ہے، اس کے بعد اس کو تازگی، غذا، تجدید کی ضرورت نہیں۔ حدیث میں

آتا ہے کہ ایمان اسی طرح پرانا ہو جاتا ہے جیسے کپڑا میلا اور پرانا ہو جاتا ہے، اس کو نیا اور اجلا کرتے رہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کو کس طرح نیا کریں؟ فرمایا:

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کثرت کرو۔ خود قرآن شریف میں ہے: اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَانَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَايَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ ○

(سورۃ الحدید:۱۶)

"کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے سچا دین، اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی اس سے پہلے پھر دراز گزری ان پر مدت، پھر سخت ہو گئے ان کے دل اور بہت ان میں نافرمان ہیں"۔

اس آیت کے سننے اور پڑھنے کے بعد بعض اصحاب اپنے دل کی سختی اور بے حسی سے شاید مایوس ہوتے اور سمجھتے کہ دل کہ یہ زمین بالکل اوسر اور بنجر ہو گئی ہے اور اب اس میں شادابی اور روئیدگی پیدا نہیں ہو گی، تو معاً اس کے بعد ارشاد ہوا:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (سورۃ الحدید:۱۷)

"یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے، ہم نے تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کیں تاکہ تم سمجھو"۔

ایک آیت میں فرمایا گیا ہے: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا آمِنُوْا (سورۃ النساء:۱۳۶)

یہاں بھی ایمان کی تکمیل وتجدید مراد ہے۔

بہر حال ہر شخص کو اپنے ایمان کی تکمیل وتجدید اور تقویت کی ضرورت ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں:

ایک سوچ سمجھ کر، شعور واحساس کے ساتھ کلمۂ توحید کی تکرار و کثرت۔ صحابہ کرامؓ سے کہا گیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کثرت کرو، ظاہر ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے اور معنی مطلب پر غور کیے کلمہ کی تکرار اور کثرت نہیں کرتے ہوں گے۔

دوسرے ذکر کی کثرت اور ذکر کی قوت، یہ دونوں مستقل چیزیں ہیں۔ عام حالات میں ذکر کی کثرت ذکر میں قوت پیدا کر دیتی ہے۔ خاص حالات میں ذکر کی قوت کثرت کے قائم مقام بن جاتی ہے۔ قوت کے معنی ہیں کہ خاص کیفیات، توجہ، استحضار کے ساتھ اللہ کو یاد کیا جائے۔ ان کیفیات وخصوصیات کے ساتھ تھوڑا سا یاد کرنا بھی تھوڑا نہیں ہے اور بڑے اثرات رکھتا ہے، لیکن یہ بات بڑی استعداد یا اعلیٰ یقین یا طویل محنت، یا ندامت اور انابت سے پیدا ہوتی ہے۔

تیسری چیز اہل یقین کی صحبت ہے، جس کی کیمیا اثری اور پارس صفتی دنیا کو تسلیم ہے، اور قرآن مجید کی اس پر مہر لگی ہوئی ہے:

یَآ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُو اللّٰہَ وَ کُوْ نُوْ ا مَعَ الصّٰدِ قِیْنَ ہ

(التوبہ:۱۱۹)

”اے ایمان والو! اللہ کا لحاظ کرو اور اس سے ڈرو اور صادقین (راست بازوں) کے ساتھ رہو۔“

چوتھی چیز اعمال کی کثرت اور مداومت ہے۔ اس سے بھی ایمان میں جلا اور قوت اور زندگی پیدا ہوتی ہے۔

شریعت کا پاس ولحاظ اور سنت کی اتباع

(۳) رمضان کے بعد اور ہمیشہ کرنے والے کاموں میں شریعت کی پابندی اور فرائض واحکام کی بجا آوری ہے، جس کی خصوصی مشق رمضان میں کرائی جاتی ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ سوچنے والی بات ہے کہ جب رمضان میں حلال وطیب چیزیں ایک خاص وقت کے اندر ممنوع قرار دی گئی ہیں، اور ان پر بندش عائد ہوگئی، تو وہ چیزیں جو سدا سے حرام اور قیامت تک حرام رہیں گی، وہ غیر رمضان میں کیسے جائز ہوسکتی ہیں؟

واقعہ ہے کہ مومن کے دو روزے ہیں: ایک عارضی اور ایک دائمی۔ عارضی روزہ رمضان میں ہوتا ہے، صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک، اس میں کھانا پینا اور ممنوعاتِ صوم سب ناجائز ہوتے ہیں، دائمی روزہ بلوغ سے موت تک، اس میں خلاف شریعت کام اور ممنوعات شرعیہ ناجائز ہوتے ہیں:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:۹۹)

''اپنے رب کی بندگی اور تابعداری کرو جب تک موت نہ آجائے''

کیسے تعجب کی بات ہے کہ عارضی روزے کی پابندی کی جائے اور اور دائمی روزے کو کھیل بنالیا جائے، جس کا ایک جزو اور ایک حصہ یہ عارضی روزہ ہے، اگر وہ روزہ نہ ہوتا تو یہ روزہ بھی نہ ہوتا، وہ روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، یہ روزہ کلمہ پڑھ لینے اور اسلام کی حالت میں زمانۂ بلوغ کے آجانے سے شروع ہوتا ہے۔ وہ روزہ آفتاب کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے، یہ روزہ بھی جب تک زندگی کا آفتاب رہتا ہے، باقی رہتا ہے۔ جہاں زندگی کا آفتاب غروب ہوا، اور طائر روح نے اپنے قفس کو چھوڑا، وہ روزہ بھی ختم ہوا۔ رمضان گزر گیا، فرض روزے بھی اس کے ساتھ گئے، مگر اسلام

باقی ہے اور اس کا طویل اور مسلسل روزہ بھی باقی ہے، پہلے کی عید دوگانہ ہے، جو عیدگاہ اور مسجد میں ادا ہو جاتی ہے، دوسرے کی عید وہ حقیقی عید ہے جس کے متعلق شاعر عارف نے کہا ہے:

انبساط عید دیدن روئے تو
عیدگاہ ما غریباں کوئے تو

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیامة:۲۲۔۲۳)

''اس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے، اپنی رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔''

رمضان کا خاص تحفہ اور سوغات

(۴) رمضان مبارک کا بڑا تحفہ اور عطیۂ ربانی یہ قرآن مجید ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:۱۸۵)

''مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن، ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کا باطل سے جدا کرنے کی۔''

رمضان تو سال بھر کے لیے رخصت ہوا۔ مگر اپنا پیام، اپنا تحفہ اور اپنی سوغات چھوڑتا گیا۔ ضرورت ہے کہ رمضان گزر جانے کے بعد اس تحفہ سے اس کی یاد تازہ کی جائے، اس کی برکات حاصل کی جائیں، بلکہ واقعہ ہے کہ تحفہ قاصد سے بڑھ کر ہے۔ شاہِ وقت اپنے کسی منتخب غلام کو کسی قاصد کے ہاتھ تحفہ بھیجے، تو یہ تحفہ اس کی خاص سوغات ہے۔ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفات کا مظہر ہے۔ اس وقت

پورے عالم انسانی میں اور اس زمین کی سطح کے اوپر اللہ تعالیٰ کی ذات سے قریب رکھنے والا اور اس کی صفات وکمالات کا پرتو قرآن مجید ہی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو ایک زندہ کتاب کی طرح ہمیشہ پڑھا جائے اور یقین پیدا کیا جائے کہ ہم اللہ کا کلام پڑھ رہے ہیں اور اس ذات عالی کے مخاطب اور ہم کلام ہیں۔ پڑھتے وقت ہمارہ سینہ اس یقین سے معمور ہو، ہمارا دل اس احساس سے مسرور اور ہماری روح اس کیفیت سے مخمور ہو۔ حضرت اُبی بن کعبؓ نے حضورﷺ سے پوچھا تھا: هَلْ سَمَّانِیْ رَبِّی ؟ کیا میرے مالک نے میرا نام لے کر کہا کہ (ابی بن کعبؓ سے) قرآن مجید پڑھوا کر سنو؟ اور جب اس کا جواب اثبات میں ملا تو فرط مسرت سے رو پڑے۔ ہم کو بھی اس پر ناز ہونا چاہیے کہ ہمارا رب ہم سے مخاطب ہے اور ہم میں سے ہر شخص فرداً فرداً اس کا مخاطب اور شرفِ خطاب والتفات سے مشرف ہے۔ بہت سے بھائی رمضان میں بڑی مستعدی سے قرآن مجید سنتے اور پڑھتے ہیں، مگر رمضان ختم ہوتے ہی اس کو طاق پر ایسا رکھتے ہیں کہ پھر رمضان ہی میں اتارتے ہیں، یہ بڑی ناقدری اور نادانی کی بات ہے۔ رمضان مبارک اس کی تقریب کرا کے رخصت ہوتا ہے، وہ اس لیے آتا ہے کہ آپ سال بھر اس کو پڑھتے رہیں، نہ اس لیے کہ سال بھر کا آپ اس میں پڑھ لیں، پھر سال بھر کے لیے چھٹی۔ اس لیے رمضان کے بعد کرنے کا چوتھا کام یہ ہے کہ ہم قرآن مجید سے اپنا تعلق باقی رکھیں اور اس کی تلاوت، غور وتدبر جاری رکھیں۔

ہمدردی وغمخواری کا مہینہ

(۵) رمضان مبارک ہمدردی وغمخواری، امداد واعانت اور حسن سلوک کا خاص مہینہ ہے۔ اس کو شَهْرُ الْبِرِّ وَالْمُوَاسَاةِ کہا گیا ہے۔ اس کے جانے کے

بعد بھی ہمیں اس شعبہ کو زندہ رکھنا چاہیے، اوران سب بھائیوں کی خبر لیتے رہنا چاہیے، جو ہماری امداد واعانت اور سلوک کے محتاج ہیں۔ موجودہ بے روزگاری اور گرانی نے ان لوگوں کی تعداد بہت بڑھادی ہے جو پیسہ پیسہ کے محتاج اور دانے دانے کو ترستے ہیں، اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ہ (البقرہ:۲۷۳)

رمضان کی تاثیر اور روزے کی قبولیت کی یہ بھی علامت ہے کہ دل میں گداز اور طبیعت میں نرمی اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو اور رمضان گزر جانے کے بعد بھی خلق خدا پر شفقت، غرباء پر ترس، اور پریشان حال لوگو کے ساتھ سلوک کی خواہش اور کوشش ہو۔

یہ ہیں وہ سب کام جو رمضان کے بعد بھی جاری رہنے چاہئیں اور رمضان جن کے لیے خاص طور پر تیار کرکے جاتا ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (الزمر:۱۷۔۱۸) (۱)

(۱) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا یہ وہ اہم مضمون ہے جو ماہنامہ ''صبح صادق'' (لکھنؤ) (بابت جون ۱۹۵۵؁) میں اور بعد میں ماہنامہ ''رضوان'' لکھنؤ (شمارہ جنوری ۱۹۶۶ء) اور ''تعمیر حیات'' (شمارہ ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء) شائع ہوا۔

رمضان المبارک کی چند مخصوص دعائیں

سحر میں پڑھنے کی دعا

یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ

عصر سے مغرب تک پڑھنے کی دعا

یَاوَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ

پہلے روزے سے دسویں روزے تک پڑھنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

گیارہویں روزے سے بیسویں روزے تک پڑھنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

اکیسویں روزے سے آخری روزے تک پڑھنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ اَتِقْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَدْخِلْنِیْ فِی الْجَنَّةِ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

پہلا عشرہ رحمت

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

اے میرے رب مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما، تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا عشرہ مغفرت

اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دے اور میری توبہ کو قبول فرما۔

تیسرا عشرہ نجات

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس مجھے معاف فرما۔